محمد وسیم اختر مفتی

اے کاش

''میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کائنات میں بکھرے ہوئے تمام دکھی لوگوں کے دکھ اپنے دامن میں سمیٹ لوں۔ان لوگوں کی پلکوں پر لرزتے ہوئے آنسو ایک ایک کر کے اپنے دل میں اتار لوں اور خود ایک سمندر بن جاؤں۔میرا ظرف اتنا اعلیٰ ہو جائے کہ بڑی سے بڑی خطا درگزر کروں۔اپنی خواہش کو مٹا دوں، میری ذات دوسروں کے لیے وقف ہو کر رہ جائے۔'' (امجد کرن سندھو۔پھول کلیاں: ۲ جنوری ۲۰۰۳ء)

یہ ایک بچے کی تحریر ہے جو بچوں کے ہفتہ وار اخبار میں چھپی۔لکھنے والے کا کرب انتہائی اس اقتباس میں نمایاں ہے، نوع انساں سے بے پایاں ہمدردی بھی اس میں جھلکتی ہے۔بچوں کے احساسات خالص ہوتے ہیں۔وہ مفادات کی دوڑ میں شامل نہیں ہوتے اور ردعمل کی نفسیات سے بھی محفوظ ہوتے ہیں۔یہ دو محرکات بڑوں کی زندگی میں اہم رول ادا کرتے ہیں، مفادات انھیں انتہائی اقدام پر اکسا دیتے اور ردعمل ناگزیر کام سے بھی گریز پر مجبور کر دیتا ہے۔انھی عوامل کے زیر اثر حق غیر مطلوب ہو جاتا ہے اور ناحق عین حق بن جاتا ہے۔جب ہم بچے تھے، ایسی معصوم خواہشیں اور اس طرح کے دردمندانہ خیالات ہمارے دل میں بھی آتے تھے لیکن بڑے ہوئے تو دوسری بچگانہ خواہشوں کے ساتھ یہ خیالات آنے بھی بند ہو گئے۔ایسے لگتا ہے ہماری رقت جاتی رہی ہے اور ایک خشونت نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ہم نے عملیت پسندی کو خشونت کا نام دے کر چھپانا شروع کر دیا ہے۔دوسروں کا درد محسوس کرنا، اس کو اپنا کرب بنا لینا اور اس احساس کو بانٹنے کی کوشش کرنا اعلیٰ انسانی جذبہ ہے۔بچوں سے بڑھ کر اسے بڑوں میں ہونا چاہیے لیکن کیا وجہ ہے کہ بڑوں میں یہ قریب قریب مفقود ہو گیا ہے؟

انسان غیر محدود خواہشیں لے کر پیدا ہوا ہے لیکن اس کی صلاحیتیں محدود ہیں۔وہ پر نہیں لیکن تخیل پرواز رکھتا

ہے۔خاکی ہے مگر اس کی نظر افلاک پر ہے۔ وہ زمین پر رہ کر سماوی خواہشیں پوری کرنا چاہتا ہے حالاں کہ زمین و آسمان میں بہت بعد ہے۔خواہشات اور حقائق کے اس تفاوت کی وجہ سے تمنائیں دم توڑتی ہیں اور آرزوؤں کا خون ہوتا ہے۔کچھ لوگ مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں، وہ آرزو کو کارِ عبث سمجھنے لگتے ہیں اور انھیں ہر طرف تاریکی نظر آنے لگتی ہے۔پھر یہ اسی یاسیت میں اپنی زندگی گزار دیتے ہیں،آدرش اور اعلیٰ انسانی مقاصد سے انھیں کوئی واسطہ نہیں رہتا۔یہ دوسروں کا بھلا کیا کریں گے،خود بھی ڈانوڈول رہتے ہیں۔اس کے برعکس کچھ افراد بے حس اور خود غرض بن جاتے ہیں۔وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پوری مخلوق کا بھلا کرنا ممکن نہیں، ہاں اپنی کھال میں مست ہوا جا سکتا ہے۔ایسے لوگ ہر طریقے سے خواہشیں پوری کر لینا اپنا وتیرہ بنا لیتے ہیں۔دوست دوست کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے سے دریغ نہیں کرتا اور اپنا مطلب پورا کرنے کے لیے بھائی بھائی کا خون کر دیتا ہے۔بدقسمتی سے دنیا ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہے مگر ایسے اشخاص بھی مل جاتے ہیں جو انسانیت سے ناتا توڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ان کی ہر طرح کوشش ہوتی ہے کہ بلند اقدار پر قائم رہا جائے۔وہ بہت حد تک کامیاب بھی رہتے ہیں لیکن اس دنیا کے کوتاہ وسائل کی طرح یہاں کا انسان بھی محدود قویٰ رکھتا ہے،اپنی حدود سے آگے جانا اور وسائل سے بڑھ کر کام کرنا اس کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ہاں کچھ مثالیں ایسے لوگوں کی مل جاتی ہیں جو بظاہر اپنی طاقت اور میسر ذرائع سے ماورا ہو کر کام کرتے ہیں۔یہ جن دیو نہیں بلکہ اپنی دھن کے پکے،لگن کے سچے انسان ہی ہوتے ہیں جو اپنے جنون (dedication) اور اپنی بے خودی و وارفتگی سے ایک مقام پا جاتے ہیں۔ایسے دیوانے ہر مذہب اور نظریے کے لوگوں میں ملتے ہیں۔دہریے طاغوت و لادینیت کی خاطر اور مشرکین معبودانِ باطلہ کی رضاجوئی کے لیے تن من کی بازی لگا دیتے ہیں۔ہونا چاہیے کہ خدا پرستوں کی صفیں اس طرح کے افراد سے بھری ہوں لیکن افسوس جب سے عشق کی آگ بجھی ہے،اندھیر ہو گیا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اللہ تعالیٰ انصار مدینہ کی صفت بیان فرماتے ہیں۔وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ، ''اور یہ اپنے آپ پر (مہاجرین یا دوسرے اہل ایمان کو) ترجیح دیتے ہیں خواہ خود محتاجی کا شکار ہوں''۔(الحشر ۵۹: ۹) جب مکہ سے اہل ایمان ہجرت کر کے مدینے آئے،انصار نے اپنے باغات،اپنی تجارتوں اور اپنے مویشیوں میں مہاجرین کو حصہ دار بنا لیا۔پھر جب یہودی اپنی جائدادیں چھوڑ کر مدینہ سے گئے اور بحرین کا علاقہ اسلامی مملکت میں شامل ہوا تو انصار نے یہ سب کچھ بھی مہاجرین کو دے دیا،صرف دو تین غریب انصاریوں نے کچھ حصہ لیا۔انصار کی یہ بے مثال قربانی بعد کے مسلمانوں کے لیے ایک قابل تقلید نمونہ بنی۔حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے، ایک

مہمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ نے اپنی ازواج کے پاس پیغام بھیجا۔ وہاں سے جواب ملا، ہمارے پاس مہمانی کے لیے صرف پانی ہی ہے۔ تب آپ نے دریافت فرمایا، کون اس شخص کی مہمان نوازی کرے گا؟ ایک انصاری، ابوطلحہؓ نے ذمہ داری اٹھائی اور اپنے گھر لے جا کر بیوی سے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی خاطر مدارات کرو۔ اس نے کہا ہمارے پاس تو صرف بچوں کا کھانا ہے۔ انصاری نے کہا کھانا تیار کرو اور بچوں کو سلا دو۔ جب وہ مہمان کے ساتھ کھانے بیٹھے تو بہانے سے چراغ گل کر دیا، خود بھوکے سوئے اور اپنے حصے کا کھانا مہمان کو کھلا دیا۔ (بخاری: ۳۷۹۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں، ایک صحابی کے گھر تحفے میں بکری کی سری آئی تو انھوں نے یہ کہہ کر اپنے ہمسائے کے ہاں بھیج دی کہ میرا وہ بھائی اور اس کا کنبہ مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہے۔ اس نے بھی یہی الفاظ کہے اور سری اگلے ہمسائے کے گھر روانہ کی، اس طرح سات گھروں سے ہوتی ہوئی وہ واپس پہلے گھر میں آ گئی۔ (مستدرک حاکم: ۳۷۹۹)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حقیقت میں مہمان نوازی ازل سے انسانی نفسیات میں رچی بسی ہے۔ ہر قبائلی سوسائٹی میں مہمان کی ضرورت کو مقدم رکھا جاتا ہے چاہے اس کے لیے پیٹ پر پتھر کیوں نہ باندھنا پڑے۔ شہری تہذیبوں میں یہ روایت دم توڑ رہی ہے کیوں کہ معاش پیچیدہ ہونے کی وجہ سے شہروں میں آپا دھاپی کا ماحول ہوتا ہے اور ہر آدمی اپنی الجھنوں میں گرفتار ہوتا ہے۔ رشتوں کے کم زور پڑنے سے اس روایت میز بانی یا جذبہ قربانی پر کاری ضرب لگی، البتہ تکلف کچھ مہذب معاشروں میں رواج پا گیا۔ ''پہلے آپ، پہلے آپ'' اسی تہذیب کا ثمرہ ہے۔ ٹھوس بنیادیں نہ رکھنے کی وجہ سے یہ بھی مؤثر روایت نہ بن سکا۔ دوسروں کے دکھ درد کو محسوس کرنا اور اس کو بانٹنا کئی شعبے رکھتا ہے۔ اسی قبیل میں بچوں، بوڑھوں اور کم زوروں کا خیال رکھنا آتا ہے۔ مذہب وملت سے قطع نظر انسانی ہم دردی رکھنا اسی کا اہم جزو ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ روایت فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''الراحمون یرحمھم الرحمٰن، ارحموا أھل الأرض یرحمکم من فی السماء۔ رحم کرنے والوں پر خدائے رحمان رحم فرماتا ہے۔ اہل زمین پر رحم کرو، جو آسمان میں ہے وہ تم پر رحم کرے گا''۔ (ترمذی: ۱۹۲۴) یہ دردمندی جانوروں کو بھی ایذا پہنچانے سے روکتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ایک آدمی کو دوران سفر میں سخت پیاس لگی تو اس نے ایک کنویں میں اتر کر پانی پیا۔ جب وہ نکلا تو اس نے دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ اس کتے کو پیاس سے اسی طرح تکلیف ہو رہی ہے جیسے مجھے ہوئی تھی۔ وہ پھر کنویں میں اترا، اپنی جوتی کو پانی سے بھرا، اسے منہ میں دبا کر باہر نکلا اور کتے کو پانی پلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی کو قبول

کرتے ہوئے اس کی بخشش کر دی۔ حاضرین صحابہ نے پوچھا، کیا جانوروں سے نیکی کا بھی ہمیں صلہ ملے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر جگر تر (زندہ جان) میں اجر ملے گا۔'' (مسلم: ۵۸۵۹)

دوسروں کے درد کو محسوس کرنا، ان کے دکھوں کا مداوا کرنا اور کسی ذی روح کی تکلیف کو اپنا کرب بنا لینا انتہائی بلند انسانی جذبہ ہے۔ کاش یہ الفاظ ایک بچے کے بجائے کسی بڑے کے قلم سے نکلے ہوتے ''میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کائنات میں بکھرے ہوئے تمام دکھی لوگوں کے دکھ اپنے دامن میں سمیٹ لوں۔ ان لوگوں کی پلکوں پر لرزتے ہوئے آنسو ایک ایک کر کے اپنے دل میں اتار لوں اور خود ایک سمندر بن جاؤں۔ میرا ظرف اتنا اعلیٰ ہو جائے کہ بڑی سے بڑی خطا درگزر کروں۔ اپنی خواہش کو مٹا دوں، میری ذات دوسروں کے لیے وقف ہو کر رہ جائے۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com